

ملک میں مذہبی طبقے کی از حد تکریم ہے۔ مگر کچھ عرصے سے پے درپے علماء دین کے ایسے قبیح فعل سامنے آئے ہیں۔ جس سے اس برگزیدہ طبقے کی عزت دا پر لگائی ہے۔ شیخ الحدیث سطح کے ارفع انسان اپنے طالب علم کے ساتھ کیا کر رہے تھے۔ یہ ایک ویڈیو کی صورت میں پورا ملک دیکھ چکا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ”علت شیخ“ کا استعارہ ہماری کتابوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ مگر کیا یہ بھی حق نہیں ہے کہ بچوں، نوجوانوں اور بچیوں سے زیادتی ہمارے ملک میں ہر دم جاری و ساری ہے۔ مگر کیا یہ صرف مدارس میں راجح ہے؟ کیا پورا معاشرہ اس قبیح فعل سے بالکل پاک ہے۔ نہیں صاحبان! یہ کہنا بالکل منافقت ہوگی۔ یہ سب کچھ ہمارے ہر گاؤں، قصبے، شہر، دیہات میں خاموشی سے ہو رہا ہے۔ کوئی صوبہ اس قبیح ظلم سے مبرانہیں۔ کیا شماںی علاقہ جات میں ”لخت“ کا لکھر آج بھی موجود نہیں ہے۔ کیا یہ مردانگی کی دلیل نہیں سمجھی جاتی کہ ایک طاقتور انسان نے ”لوٹے“ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ رسم آپ کو اکیسویں صدی میں بھی سکھ راجح الوقت ملے گی۔ مگر مانے گا کوئی بھی نہیں۔ لاہور شہر کی بات کرتا ہوں۔ اس شہر کے ہر بڑے چوک میں، مرد، عوتوں کا لباس زیب تن کیے کھڑے ہوتے ہیں۔ کس لئے، کسی کار یا موڑ سائیکل کے اشارے کے منتظر۔ کیا کوئی شہری، ان عورت نما مردوں کی موجودگی سے انکار کر سکتا ہے۔ صرف لاہور شہر میں ان کی تعداد سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میں ہے۔ اور ان کے جسم سے ہر طبقے کے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ مگر کوئی بھی اس کا اقرار نہیں کرے گا۔

میری بات غور سے سینے۔ پاکستان میں گرم پانی بنانے کے تین چار بڑے کارخانے ہیں۔ قانون کے اعتبار سے تو یہ شراب صرف غیر مسلم استعمال کر سکتے ہیں۔ مگر کیا ہماری غیر مسلم کمیونٹی اتنی آسودہ حال ہے کہ اتنی مہنگی ”دختر رز“ استعمال کر سکے۔ یہ شراب ننانوے فیصد اس ملک کے اہل ایمان جی بھر کر پیتے ہیں۔ ایک انتہائی منظم نیٹ ورک موجود ہے جو ملک کے کسی بھی حصے میں صارفین کی یہ ضرورت پیسے لے کر بڑے آرام سے پوری کر دیتا ہے۔ کسی بھی مسئلے کے بغیر۔ اس شراب نوشی میں ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں۔ بات یہاں تک محدود نہیں ہے۔ اسلام آباد اور کراچی میں موجود سفارت خانے غیر ملکی شراب منگواتے ہیں۔ اور وہ بھی بڑے قرینے سے ہمارے انتہائی پاک صاف ملک میں مہنگے داموں فروخت ہو جاتی ہے۔ یہ سارا کام چوری چھپے مگر پورے دھڑلے سے جاری ہے۔ مگر صاحب! اس پورے نظام کو تسلیم کوئی نہیں کرے گا۔

کرپشن کی طرف گہری نظر سے دیکھیے۔ دفتروں میں رشوت کے خلاف مذہبی اقوال نظر آئیں گے۔ مگر سارا دھندا، ان اقوال کی موجودگی میں ہو رہا ہے۔ ملک میں ہر سرکاری ملازم، ہر سیاست دان، ہر اہلکار، ہر فرد کا خصوصی ریٹ ہے۔ یہ نرخ نامہ اس کی پیشانی پر نظر نہ آنے والی روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ اور دور سے نظر آ جاتا ہے۔ ذمہ داری سے عرض کروں گا۔ یہاں ہر ایک کا اپنا طریقہ واردات ہے۔ کسی نے مذہبی رنگ رچایا ہوا ہے۔ وہ دو چار ماہ بعد بڑا داؤ لگاتا ہے اور پھر بگلہ بگلت بن جاتا ہے۔ کوئی ماڈرن روپ میں اپنی جیب گرم کر رہا ہے۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ صرف مرد سرکاری ملازم، اس بازار میں اپنا حصہ وصول نہیں کر رہے۔ اس میں خواتین افسر بھی برابر کی شریک ہیں۔ مصر کے بازار میں سرکاری عمال، بغیر تفریق جنس بھر پور طریقے سے براۓ فروخت حاضر ہیں۔ ہر سیاست دان کی کہانی اب سب کے سامنے ہے۔ ویسے زرداری صاحب کی ایک صفت ہے۔ انہوں نے آج تک کرپشن پر کوئی بات نہیں کی۔ پوری پیپلز پارٹی اس معاملے

میں حد درجہ صاف گو ہے۔ مسئلہ پنجاب کی روایتی دو عملی کا ہے۔ یہاں پر ہر سیاسی اور غیر سیاسی اہم انسان، پاک بازی کا زبانی مجاہد ہے۔ ایک دیکھلے کی کرپشن، شفافیت، قومی خزانے کو فائدہ پہچانے کے بے جان دعوے ہر وقت کیے جاتے ہیں۔ مگر جب کوئی غلطی سے پوچھ لیں کہ جناب یہ پچیس سو کروڑ جناب کے اکاؤنٹ میں کہاں سے اور کیسے آیا۔ تو معصومانہ جواب ملتا ہے کہ معلوم نہیں۔ پھر گردان شروع ہو جاتی ہے کہ ہمارے دور میں دودھ کی نہریں اور شہد کے نلکے لگے ہوئے تھے۔ ہاں اگر بر طانوی تحقیقاتی ادارے ہوتے تو پھر پہنچ جاتا کہ ان کی دیانتداری کس بھاؤ بکتی ہے۔ عرض کروں گا کہ بڑے کرپشن کے کیس سکاٹ لینڈ یارڈ کو دے دیجئے۔ ایک ماہ میں سب کچھ معلوم ہو جائیگا۔ اور شفافیت کا ٹیپ ریکارڈ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے گا۔ تحریک انصاف کی واجبی حکومت میں کم از کم پنجاب میں تو ہر سطح پر قیامت خیز کرپشن ہے۔ ہر اہم آدمی دکان کھول کر بیٹھا ہے۔ ویسے ان تمام لوگوں نے اپنے اپنے لکھاری، دانشور اور حاشیہ بردار پال رکھے ہیں جو ہر وقت طبلہ بجا کر ان کی فرضی ایمانداری کے گن گاتے ہیں۔ بلوچستان اور کے پی کے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مگر حالات وہاں بھی ایسے ہی ہیں۔

عدالتی نظام کی طرف دیکھیے۔ تو خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے۔ عدالتی عملہ بھیڑیوں کی طرح دانت تیز کیے ہر سائل سے پیسے لینے کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ عدالتی میں انصاف دینے والوں کے قصے اب زبانِ زد عام ہیں۔ وہاں بھی اکثر جگہ انصاف برائے فروخت ہے ورلڈ جسٹس رپورٹ 2020 میں درج ہے کہ پاکستانی عدالتی نظام انصاف کی فراہمی میں پست ترین ہے۔ مگر اس پر کوئی ”سوہ مولو نوٹس“ نہیں ہوا۔ کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ بلند ترین سطح سے کبھی یہ آواز نہیں آئی کہ اس ذلت آمیز رپورٹ میں درج شدہ کوائف کی روشنی میں عدالتی اصلاحات کی جائیں۔ عدالتی نظام بھی دیگر اداروں کی طرح گل سڑچکا ہے۔ اور یہ بگاڑ طاقتو ر آدمی کے فائدے میں ہے۔ الہذا اس کو درست کرنے میں کوئی بھی سنجیدہ نہیں۔

صرف لکھنے سے اگر ملک ٹھیک ہو جاتا ہے تو شاید اب تک ہو چکا ہوتا۔ یہ سب کچھ ایسا ہی چلتا ہے گا۔ مگر قرآن پاک کی اس آیت کو پڑھ کر لرز جاتا ہوں جس کا مفہوم ہے کہ ”جب قوموں میں ظلم حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو ہم (خدا) ان پر ان سے بھی زیادہ ظالم ترین بیرونی قوم قابض کر دیتا ہے“۔ صرف مفہوم بیان کر سکتا ہوں۔ مگر سوچیے۔ ہمارا عام آدمی موجودہ نظام کی بدولت کتنی مشکل میں ہے۔ اسے تو کوئی حکومتی سہولت دستیاب نہیں۔ ہر جگہ ذلت ہے، دھکے ہی دھکے ہیں۔ عام انسان تو اب ”حضرات الارض“ کی صفت میں آن کھڑا ہوا ہے۔ اسے تو معلوم ہی نہیں کہ تہذیب یافتہ دنیا میں انسان اور اس کے حقوق کیسے ہوتے ہیں۔ اس کی جہالت، اس کے لئے زحمت نہیں بلکہ آسودگی ہے۔ اور اسے جاہل رکھنا ہمارے جیسے ملکوں کے قومی مفاد میں ہیں۔ کیونکہ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کے ساتھ کیا ظلم ہو رہا ہے تو یہ ظالموں کو کچا چباؤ ایں گے۔ مگر اطمینان رکھیے۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ اس معاشرے کو آئینہ دکھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ شاکد اتنا بھیا نک چہرہ دیکھ کر آئینہ ہی نٹوٹ جائے۔ سعادت حسن منٹو نے اس نظام پر چوٹ کرتے ہوئے تقریباً ساٹھ ستر سال پہلے لکھا تھا، کہ اے خدا، تو نے مجھے زندگی توکتے والی دی ہے، مگر حساب انسان والا لے گا۔“ ویسے سوچیے کیا نصف صدی پہلے لکھا جانے والا فقرہ آج بھی حد درجہ سچا نہیں ہے۔ مگر یہاں کوئی بھی آئینے میں اپنا بھیا نک چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا!

